

اسلام اور اشتراکیت

(۲)

از جناب حکیم محمد اسحاق صاحب کانپور

اسلامی نظام معیشت کے محاسن | اشتراکیت کے مقابلہ میں اسلامی نظام معیشت کی خصوصیات پر نظر ڈالنے سے ہمارا یہ دعویٰ اظہر من الشمس ہو جائیگا کہ اپنے محاسن کے اعتبار سے اسکو اشتراکیت پر بدرجہا فضیلت حاصل ہے۔

اسلام نے قانون کو دولت کا مالک قرار دے کر حکومت اور پبلک درمیان کشمکش و تضادم کے اسباب کا خاتمہ کر دیا ہے۔ اسکی وجہ سے پبلک اور حکومت درمیان تعاون کی روح پیدا ہو جاتی ہے۔ پبلک کا ہر فرد حکومت کا ایک رکن بنکر اسلام کے اقتصادی و سیاسی پروگرام کو چلانے میں حصہ لیتا ہے۔ ہر ایک کے حقوق اور حدود قانون میں محفوظ ہونے کی وجہ سے کسی کو اپنے ذاتی مفاد کے معاملہ میں بے اطمینانی نہیں رہتی۔ اس طرح افراد کی ذاتی استعدادیں پوری طرح نشوونما پاتی ہیں، پھر یہ ترقی یافتہ استعدادیں جماعتی فلاح کے کام آتی ہیں، اور ہر آنے والی نسل پھیلی نسل سے زیادہ استعداد، ذہانت اور قابلیت رکھنے والی اٹھتی ہے۔ خود اعتمادی جو ہر قسم کی ترقی کے لیے ناگزیر ہے، ان میں نہ صرف باقی رہتی بلکہ ترقی کرتی رہتی ہے۔ اسلام کے اقتصادی ضوابط چونکہ اسکے اخلاقی ضوابط کے ساتھ مربوط ہیں اس لیے ان پر عمل پیرا ہونے سے افراد و جماعت دونوں کی اخلاقی حالت بھی روز بروز سدھرتی چلی جاتی ہے جسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ان میں سے وہ جراثیم قطعاً فنا ہو جاتے ہیں جو قارونیت پیدا کرنے والے ہیں۔

انسان کو کسی برائی سے روکنے کا فطری طریقہ یہ ہے کہ اسکی طرف سے طبیعت انسانی کے رجحان کو ہٹا دیا جائے۔ جب تک اس رجحان کو نہ ہٹایا جائیگا، محض خارجی اور مصنوعی تدابیر سے وہ برائی عارضی طور پر دبائی تو جاسکتی ہے، مگر فنا نہیں کی جاسکتی۔ اسکو دبانے کے لیے ہم کتنا ہی مضبوط نظام کیوں نہ بنائیں وہ ایک نہ ایک دن اسکو توڑ کر فروغ پاہر ہو جائیگی۔ اس لیے کسی نظام کے بقا کی واحد صورت یہ ہے کہ اسکو چلانے کے لیے مناسب اشخاص تیار کیے جائیں۔ اسلام نے یہی کیا ہے۔ وہ جس اقتصادی نظام کی تعلیم دیتا ہے اسکا تعلق اپنے ذہنی و اخلاقی نظام کے ساتھ قائم کر کے ایک ایسی فضا تیار کر دیتا ہے جس میں اسی نظام کی طرف رجحان رکھنے والے اور اسکو چلانے کی استعداد رکھنے والے اشخاص تیار ہوتے رہتے ہیں۔ انکی ذہنیت اور فطرت ہی یہی ہو جاتی ہے کہ وہ بغیر جبر و اکراہ کے خود بخود اسی نظام کے خواہشمند ہوتے ہیں۔ اشتراکیت کی طرح اسکے لیے کسی جبر و استبداد یا حکومت کی سخت گیری کی حاجت نہیں ہوتی بلکہ اس فضا میں ظالمانہ سرمایہ داری خود بخود ابدالآباد کیلئے موت کی نیند سو جاتی ہے۔

سرمایہ کی ملک کے مسئلہ کو اسلام نے جس صورت سے حل کیا ہے وہ اسی کا حصہ ہے۔ اشتراکیت کی طرح وہ حکومت کو ایک بڑا سرمایہ دار بنا کر شخصی سرمایہ داری کے بجائے جماعتی سرمایہ داری کو رائج نہیں کرتا بلکہ حکومت اور افراد دونوں سے سرمایہ کا حق چھین کر سرے سے وہ قانونیت ہی کو نیست و نابود کر دیتا ہے۔

دماغ کی قدر و قیمت اسکے نزدیک دیگر اعضاء سے زیادہ ہے مگر نہ اتنی زیادہ کہ قانونیت و سرمایہ داری کا وجود ہو سکے۔ اسکے لیے یہ اصول ہے کہ دماغی کام کرنے والوں کے تھوڑے وقت کی بھی اتنی ہی قیمت لگائی جائیگی جتنی جسمانی کام کرنے والوں کے زائد وقت کی۔ یہ زیادتی اور کمی کام کی رفتار کے لحاظ سے ہوگی۔ لیکن اتنی ہرگز نہ ہوگی کہ معاشی توازن کو خراب کر کے اسلامی نظام معیشت کے مقصد ہی کو فوت کر دے۔

علاوہ برین اسلام کا اقتصادی نظام مضبوط اخلاقی پس منظر رکھنے کی وجہ سے افراد انسانی کے درمیان ایک ایسی عالمگیر اخوت و برابری کی بنیاد ڈالتا ہے جسکی نظیر نہیں مل سکتی۔ انٹراکٹو کی طرح وہ طبعاتی نزاع کی آگ نہیں بھڑکاتا بلکہ ہمدردی، تعاون اور رفاقت کی ذہنی و عملی روح پیدا کر کے سوسائٹی کے تمام اجزاء کو یک جان بنا دیتا ہے۔

اس دور میں جبکہ ہندوستان ایک عظیم الشان انقلاب کے لیے تیار ہو رہا ہے، جس کا اثر ہماری زندگی کے ہر شعبہ پر ناگزیر ہے، خصوصاً ہماری معاشی زندگی اس انقلاب سے سب سے زیادہ متاثر ہونے والی ہے، کیا یہ ہمارا فرض نہیں کہ ہم اس انقلاب کا رخ اسلامی راستوں کی جانب پھیر دیں اور اسلام کے سیاسی و اقتصادی نظام کو ملک میں رائج کر لیں؟ پوری پوری جدوجہد کریں؛ لیکن ہماری حالت بچھاؤ سوناک ہے۔ ہمارا خاص نئی روشنی سے متاثر نوجوان طبقہ تو انٹراکٹو کی طرف دوڑ رہا ہے اور اسلام کو اس لئے محض چند عقائد اور چند عبادات کا مجموعہ سمجھ رکھا ہے۔ وہ جانتا ہی نہیں کہ اسلام ہے کیا چیز اسلئے وہ اقتصادیات و سیاسیات کے لیے فیروز کے آگے دروازہ کھولنے کو فروری سمجھتا ہے۔ لیکن حیرت ہوتی ہے علم دین رکھنے والے ان لوگوں پر جو اپنی پوری قوت یہ ثابت کرنے میں صرف کر رہے ہیں کہ اسلام اور انٹراکٹو میں کوئی بڑا فرق نہیں۔ اور مزید حیرت ہوتی ہے جب یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ اپنی اس روش کو مسلمانوں کے لیے اور ملک کے لیے مفید سمجھ رہے ہیں اور یہ سمجھتے ہیں کہ اس میں جو نقصانات ہیں ان سے وہ دونوں کو محفوظ رکھ سکیں گے۔

جمعیتہ العلماء کے ایک معزز رکن کا ایک بیان اخبارات میں انٹراکٹو کے متعلق پڑھا تھا جس میں انھوں نے فرمایا تھا کہ "انٹراکٹو کا تعلق جہان نیک محض اقتصادیات سے ہے وہ عین اسلام ہے لیکن مادیت کا عنصر اس میں غیر اسلامی ہے جس کا نکال دینا ضروری ہے" (در روایت بالمعنی ہے)

مسلم لیگ کے ایک سرکردہ رکن نے بھی جتنکے اخلاص اور دینداری کی تعریف کا نگر سی مسلمان بھی کرتے ہیں ایک روز راقم الحروف سے انہیں خیالات کا اظہار فرمایا تھا۔ یہ زمانہ کا اثر ہے جس نے فرست

ایمانی کی نعمت ہم سے چھین لی ہے۔ ورنہ ان حضرات کوئی پوچھے کہ اشتراکیت تو سرایا ماؤیث ہے اسے ماؤیث کو جدا کر کے یا اس میں روحانیت کا کوئی جزو شامل کر کے اسکو باقی کہاں رکھا جاسکتا ہے؟ ان حضرات مجھے ایک بات اور کہنی ہے اور وہ یہ ہے کہ دنیا میں ہمیشہ جنگ نظریات و افکار کی ہوتی ہے۔ شکست خوردہ وہ ہے جو اپنے افکار و نظریات کو دوسرے کے افکار میں جذب کرے اور فاتح وہ ہے جس کے افکار غالب ہوں کسی غیر اسلامی نظریہ کو اختیار کر کے آپکی اسلامی زندگی کا بقا ممکن و محال ہے۔ اسلام ایک خاص نظریہ حیات ہی کا نام ہے۔ اسے چھوڑ کر آپسلمان رہتے ہی کہاں ہیں کہ غیر اسلامی نظریہ میں سماں کی بھلائی ڈھونڈنے چلے ہیں۔ اسی حقیقت کی طرف حدیث نبویؐ من تشبه بقوم فهو منهم اشارہ کر رہی ہے۔ کیا اس حدیث کا مفہوم صرف ہیٹ اور پتلون ہی تک محدود ہے اور سوشلسٹ یا کمیونسٹ بننے سے مانع نہیں ہے؟

ہندوستان کا مسئلہ مسطور سابقہ میں ہے، اسلام کے اقتصادی اصول اور اشتراکیت میں موازنہ کر کے یہ ثابت کیا ہے کہ اسلام کا اقتصادی نظام اشتراکیت سے برتر ہے اور نزر ہے اسیلئے موجودہ سرمایہ دارانہ نظام کا تختہ الٹ کر اشتراکیت کے بجائے اسکو رائج کرنا چاہیے تاکہ امن و فلاح کی فضا میں انسانیت ترقی کر سکے۔ ذیل میں ہم یہ واضح کرنا چاہتے ہیں کہ ہندوستان میں اسلام کے اقتصادی نظام کو رائج کرنے کی کیا شکل ہوگی۔

اس سلسلہ میں ایک بہت بڑا اشکال ہندوستان میں مختلف اقوام و ممل کی موجودگی کا پیش کیا جاتا ہے۔ مگر یہ اشکال کچھ زیادہ اہم نہیں ہے۔ جہاننگ اسلام کے علاوہ دوسرے مذاہب کا تعلق ہے کوئی مذہب زندگی کا کوئی مکمل نظام پیش ہی نہیں کرتا۔ بلکہ اسلام کے علاوہ دنیا کا ہر مذہب انسان کی انفرادی زندگی سے ہی تعلق رکھتا ہے اور محض چند عقائد اور چند عبادات کے مجموعہ سے عبارت ہوتا ہے۔ اسیلئے اسلام کے علاوہ کسی مذہب کوئی اقتصادی نظام سرے سے موجود ہی نہیں ہے جس کا تضام

اسلامی نظام معاشی سے ہو سکے۔

علاوہ برین مسلمانوں کے سوا دوسری قوموں کے لیے اقتصادیات کے مسائل محض دنیاوی جہل سیلے انکے نزدیک اسلامی نظام اور اشتراکیت میں کوئی فرق نہیں ہے۔ مسلمانوں کا نقطہ نظر اسے بالکل مختلف سمجھانکے نزدیک دنیاویں دو الگ الگ چیزیں نہیں ہیں۔ مزید برآں انکو جس اقتصادی نظام کی تعلیم دی گئی ہے وہ اشتراکیت اور دنیا کے ہر اقتصادی نظام سے کہیں اعلیٰ درجہ پر ہے پھر وہ اشتراکیت یا اور کسی اقتصادی نظریہ کو کیوں قبول کریں؟ ایسے کسی دوسرے اقتصادی نظام کے رواج پر اگر کوئی اعتراض ہو سکتا ہے تو صرف مسلمانوں کو ہو سکتا ہے۔ انکے علاوہ کسی دوسری قوم کو مذہبی حیثیت سے کسی مناسب معاشی نظام پر اعتراض کرینی کوئی وجہ نہیں ہو سکتی خواہ وہ نظام اسلامی ہو یا غیر اسلامی۔

وقت جو کچھ ہے وہ درحقیقت غلط فہمی بلکہ نا فہمی کی بنا پر ہے جس کا آسان علاج یہی ہے کہ اسلامی اصول معاشی اور انکی افادہ حیثیت کی وضاحت و تبلیغ عوام و خواص میں کی جائے خصوصاً مزدوروں و کسانوں میں۔ اشتراک کی معمولی سی تبلیغ بھی انشاء اللہ بہت کارگر ہوگی اور ان وقتوں کو بہت جلد رفع کر دے گی۔

اس مشکل سے قطع نظر کرنیکے بعد ہندوستان میں اسلامی نظام اقتصادی کی ترویج میں کوئی مانع نہیں رہیگا۔ سوال فقط اتنا باقی رہ جاتا ہے کہ موجودہ معاشی قوانین میں کیا تبدیلیاں کی جائیں؟ یا بالکل دیگران قوانین کو منسوخ کر کے کون سے معاشی قوانین کو رواج دیا جائے؟ یہ بحث خود ایک مستقل مضمون کا محتاج ہے اور انشاء اللہ اس پر کسی آئندہ فرصت میں تفصیل کیساتھ لکھوں گا۔ یہاں مختصراً ان چند اصول کو ذکر کرتا ہوں جنکو ہندوستان میں رائج کرنے سے ملک میں ایک عجیب معاشی انقلاب رونما ہوگا اور فلاح و خوشحالی کا دور دورہ ہو کر ہندوستان صحیح معنی میں جنت نشان ہو جائیگا۔ وہ اصول و سرچ ذیل ہیں:-

(۱) شرعی می صل مثلاً زکوٰۃ، عشر وغیرہ مالکان نصاب سے وصول کر کے غریبوں کو تقسیم کیے جائیں۔

(۷) شریعی قانون وراثت جاری کر کے رفتہ رفتہ تعلقہ داری و زمینداری سسٹم کو ختم کر دیا جائے۔

(۸) وسائل پیدا کرنے (means of production) میں زمین اور محنت ہی کو اصل قرار دیا جائے اور سرمایہ کو صرف ضمنی عامل مانا جائے۔ یا دوسرے الفاظ میں کل سودی کاروبار بند کر دیے جائیں۔ واضح ہو کہ "سود" سے ہماری مراد شریعت اسلامیہ کا اصطلاحی سود ہے۔ موجودہ علم المعیشت کی اصطلاح مراد نہیں ہے۔

(۹) قمار کے کل انواع مثلاً لٹاری، ہسٹڈ (Speculation) وغیرہ ممنوع ہوں۔

(۱۰) سرمایہ لگانے (Investment) کی صرف دو صورتیں روا رکھی جائیں۔

ایک شخصی تجارت۔ دوسرے مضاربت۔ اور یہ حکومت کے زیر نگرانی اسلامی قوانین کے ماتحت ہوں۔

(۱۱) احتیاج عامہ کی چیزوں میں احتکار سختی کے ساتھ روکا جائے۔

(۱۲) جن چیزوں کی تجارت شریعت اسلامیہ میں ممنوع ہے انکی تجارت قطعاً بند کر دی جائے مثلاً

شراب وغیرہ کی تجارت قطعاً روک دی جائے۔

(۱۳) اجارہ داری کو بند کیا جائے۔

(۱۴) نقد روپیہ پھینکا کر جمع کرنے کو جرم قرار دیا جائے۔

(۱۵) زمیندار کی دو حیثیتیں ہیں۔ ناظم عاملین پیدا کرنے۔ اور محصل (Rent-collector) اسکی

پہلی حیثیت برائے نام ہے اسلیئے محض محصل ہونیکی حیثیت سے اسکو معمولی شرح سے کمیشن دیا جائے۔

(۱۶) مزدور کے مندرجہ ذیل حقوق آج (employer) پر ثابت مانے جائیں:

حفاظت جان و تندرستی، اور نفع مند ہی کی ادائیگی میں سہولت، اخلاق حسنہ کا قیام و بقا، تخروری تعلیم

لے دو حقوق کے درمیان یہ معاملہ سرمایہ کے فائق کا ہو اور محنت دوسرے فائق کرے اور نفع نقصان میں دونوں شریک ہوں۔

یہ اشیاء کے ذخائر کو روک کر رکھنا تاکہ گراں قیمتوں پر فروخت کیا جاسکے۔

کارگاہ تک آمد و رفت میں سہولت، انہضات کا ر سے حفاظت، آثار ہوجانے کی صورت میں گزارہ، ر
تعمیل کے مناسب حقوق، اوقات کار کا مناسب حد کے اندر رہنا، اجزوں کا مصنفانہ ہونا۔

یہ تجاویز انشاء اللہ بہت جلد معاشیات ہند میں امکانی مساوات پیدا کر دینگی۔ انکے علاوہ اسلامی
اصول کے ماتحت ایک تعمیری اسکیم بھی بنائی جاسکتی ہے جسکی تفصیلات کے لیے ایک عمدہ مضمون لکھا ہے۔
ہندوستان کے معاشی نظام میں یہ اصولی تبدیلیاں کسی خاص قوم کے ہی لیے نہیں بلکہ جملہ اقوام و مل ہند
کے لیے یکساں مفید ہونگی۔ اسلامی نظام حیات کی ترویج کے لیے موجودہ دور سے زیادہ مناسب و و شاید
ہی کبھی تاریخ عالم میں آیا ہو۔ اسوقت دنیا غیر اسلامی نظامہائے زندگی سے خود تنگ آچکی ہے اور ایسے نظام
حیات کی تلاش و جستجو میں ہے جو اسکو سکون و راحت سے ہم آغوش کر دے اور یہ چیز محض اسلام میں مل سکتی ہے۔
اس محرک کو سر کرنے کے لیے اولین ذریعہ تبلیغ ہے۔ کاش مسلمان اس طرف توجہ کرتے۔ لیکن انہیں ہے کہ ہم خود
اپنے اصول زندگی کو چھوڑ کر غیر اسلامی نظریات کو قبول کر رہے ہیں اور انکی تبلیغ و اشاعت میں کوشاں ہیں۔
کبھی ہم اشتراکیت کی طرف جاتے ہیں تو کبھی اشتمالیت کی جانب، کبھی نازیت کا دروازہ کھٹکتے ہیں تو
کبھی جمہوریت کی سڑی ہوئی لاش کو اکھاڑنے ہیں۔ حالانکہ یہ سب چیزیں حقیقت میں ایک ہی ہیں محض
صورتیں مختلف ہیں۔ اور یہ دنیا کو امن و سکون سے کبھی آشنا نہیں کر سکتیں۔

ایک بہت بڑا مغالطہ اس مقام پر یہ ہوتا ہے، اور یہ مغالطہ زیادہ تر علماء کو ہوتا ہے کہ اشتراکیت اسلام کے
مخالف نہیں ہے۔ اول اس دعویٰ کی صداقت ہی میں کلام ہے۔ لیکن اسکو تسلیم کر لینے سے بھی ”مسلم شریکی“ کا لفظ
پرستور بے معنی رہتا ہے ”مختلف“ اور ”مخالف“ دو لفظ ہیں جنکے معانی کا اختلاف واضح ہے کسی اصول زندگی کے غیر اسلامی
اور ناقابل قبول بننے کیلئے یہی ضروری نہیں کہ وہ اسلامی اصول کے ”مخالف“ ہو بلکہ اسکے لیے محض ”اختلاف“ بھی کافی ہے۔ اسلام
ایک مکمل نظام حیات ہے جو کل نظامہائے زندگی کیلئے بنا کر ہے۔ اسکے معنی یہی ہیں کہ اسلام کے علاوہ دنیا کا کوئی نظام ہمارے لیے
قابل قبول نہیں ہے، اور ہمارے دیکھنے میں ”کو کسی کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھنا بھی روا نہیں ہے۔“